اُردو میں حمد نگاری کی تاریخ کا اجمالی جائزہ
(آغاز سے بیسویں صدی تک)

سیدہ عنبر فاطمہ عابدی، کراچی

Abstract

Hamd is that kind of poetic genre which is written in praise of Allah SubhanhuTaala. In this article, Hamdia poetry is being discussed in its starting period and also focused on trends of this genre of poetry before 20th century which came forth in urdu poetry.

مذہبی نقطۂ نگاہ سے جب بھی اصنافِ سخن کی موضوعاتی تقسیم کی جاتی ہے تو حمد باری تعالیٰ سرفہرست نظر آتی ہے۔ یوں تو حمدیہ مضامین نظم میں بھی لکھے جاتے ہیں اور نثر میں بھی، تاہم لفظ ''حمد'' سے عموماً مراد شعری پیرائے میں کہی جانے والی خدائے بزرگ و برتر کی تعریف و توصیف ہی لی جاتی ہے۔

اردو میں حمدیہ شاعری کا جائزہ لینے سے پہلے ضروری ہے کہ ''حمد'' کی تعریف بیان کی جائے۔ اس ضمن میں یہاں محققین و نقادوں کی بیان کردہ حمد کی ایسی تعریفیں تحریر کی جارہی ہیں جس سے حمد کے معانی، موضوع، ہیت اور اہمیت کا صحیح تعین کیا جاسکتا ہے۔

پروفیسر شفقت رضوی اپنی کتاب ''اردو میں حمد گوئی'' میں حمد کی تعریف یوں بیان کرتے ہیں:

> ''حمد کے لغوی معنی وصف یا صفت ہیں۔ حمد کرنا یا حمد کہنا اوصاف اور صفات کا اظہار اور اقرار کرنا ہے اس لفظ سے مدح، مداح اور ممدوح جیسے الفاظ بنے ہیں جو عام طور پر استعمال ہوتے ہیں۔۔۔۔ لفظ حمد مخصوص ہوگیا ہے ذات باری تعالیٰ کے اوصاف کے بیان اور ان کی تعریف و توصیف کے لیے''۔[۱]

پروفیسر قیصر نجفی اپنے مضمون ''انیس کے مرثیے حمد و نعت سے منقبت و رثا تک'' میں لکھتے ہیں:

> ''حمد اللہ جل شانہ کے اثبات و حاکمیت کا ایک ایسا اقرار ہے، جس کے بین السطور اعترافِ

عبودیت پایا جاتا ہے۔ حمد بھی کلمۃ اللہ کی طرح خدائے وحدہ، لاشریک کی یکتائی و وحدانیت کا براہ راست اعلان بھی ہے اور دیگر خداؤں کا بہ بانگ دہل بطلان بھی۔ اس نقطۂ نگاہ سے حمد عبادت بھی ہے اور شانِ عبادت بھی، بلکہ عبادات میں افضل ترین عبادت ہے۔'' ۲

نصیر ترابی کے مطابق حمد کی تعریف کچھ اس طرح ہے:

''اردو کے علاوہ عربی اور فارسی میں بھی حمد کی صنف کو باری تعالیٰ کے صفات کی تعریف و توصیف سے منسوب کیا گیا ہے۔ حمد کی کوئی خاص ہیئت نہیں ہوتی۔ حمد ایک پوری نظم کا موضوع بھی ہو سکتا ہے۔ کسی نظم یا غزل کے چند اشعار میں بھی توصیف باری ہو سکتی ہے۔'' ۳

حمد نگاری کا تاریخی پس منظر:

دُنیا کی مختلف اقوام میں جو باقاعدہ مذاہب سے آشنا بھی نہیں تھیں مثلاً قدیم مصر، چین، یونان، روم اور ہندوستان، وہاں بھی کسی نہ کسی ماورائے انسانی ذات کو انسان اور نوع بشر سے برتر سمجھا جاتا تھا اور اس سے اپنی کاوشوں کی تکمیل کے لیے استعانت طلب کی جاتی تھی۔ ساتھ ہی ساتھ یہ بھی تاریخ کا حصہ ہے کہ ان غیر مرئی طاقتوں کو خوش کرنے کے لیے ان کی تعریف میں گیت اور بھجن بھی گائے جاتے تھے۔ اس ضمن میں ابوالکلام آزاد کی یہ رائے انتہائی اہم ہے:

''آسٹریلیا کے وحشی قبائل سے لے کر تاریخی عہد کے متمدن انسانوں تک کوئی بھی اس تصور کی اُمنگ سے خالی نہیں رہا۔ رگ وید کے زمزموں میں فکری مواد اس وقت بننا شروع ہوا تھا جب تاریخ کی صبح بھی پوری طرح طلوع نہیں ہوئی تھی اور حتّیوں (Hittistes) اور عیلامیوں نے جب اپنے تعبدانہ تصورات کے نقش و نگار بنائے تھے تو انسانی تمدن کی طفولیت نے ابھی ابھی آنکھیں کھولی تھیں۔'' ۴

مصریوں نے ولادت مسیح سے ہزاروں سال پہلے اپنے خدا کو طرح طرح کے ناموں سے پکارا، اور کالڈیا کے صنعت گروں نے مٹی کی پکی ہوئی اینٹوں پر حمد و ثنا کے وہ ترانے کندہ کیے جو گذری ہوئی قوموں سے انہیں ورثے میں ملے تھے ۵۔ جب یونان کے خطے میں علم و دانش، فلسفہ و حکمت، قانون و تاریخ جیسے علوم ترقی کی منازل طے کرنے لگے اور شاعری میں بھی بڑے بڑے شاہ کار تخلیق ہونے لگے تو تقریباً ہر شاعر مبدءِ فیاض سے استعانت طلب کرتا تھا، جیسا کہ ہمارے ہاں میر انیسؔ کا یہ ابتدائیہ سب سے زیادہ مشہور ہے:

یاربّ چمن نظم کو گلزار ارم کر　　اے ابر کرم خشک زراعت پہ کرم کر
تو فیض کا مبدا ہے توجہ کوئی دم کر　　گمنام کو اعجاز بیانوں میں رقم کر
جب تک یہ چمک مہر کے پرتو سے نہ جائے
اقلیم سخن میرے قلمرو سے نہ جائے

اس باغ کے چشمے ہیں تیرے فیض سے جاری بلبل کی زباں پر ہے تری شکر گزاری
ہر نخل بر و مند ہے یا حضرت باری پھل ہم کو بھی مل جائے ریاضت کا ہماری
وہ گل ہوں عنایت چمن طبع نکو کو
بلبل نے بھی سونگھا نہ ہو جن پھولوں کی بو کو ۷

یہاں یہ نکتہ بھی اہم ہے کہ جب باقاعدہ مذاہب کو دنیا میں تربیتِ انسان کے لیے مبعوث کیا گیا تو آنے والے پیغمبروں نے آسمانی کتابوں کے مطابق تصورِ الٰہ کا اہتمام کیا اور اپنی اپنی شریعت نافذ کی۔ ان میں حضرت موسیٰؑ (توریت)، حضرت داؤدؑ (زبور)، حضرت عیسیٰؑ (انجیل) حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ (قرآن مجید) شامل ہیں۔ حمد کی تاریخ کے ضمن میں مطالعے سے یہ شواہد ملتے ہیں کہ عرب کے دورِ جاہلیت میں عربی شعرا کے ہاں خدا کی حمد وثنا کا رواج کہیں کہیں موجود تھا۔ اس سلسلے میں حضرت شاہ ولی اللہ نے اُمیہ ابن الصلت اور زید بن عمرو بن نفیل کے کچھ اشعار حجۃ البالغہ میں تحریر کیے ہیں۔ جن کا مفہوم کچھ اس طرح ہے کہ سب کا پالنے والا پروردگار ہے، وہی سب کا بادشاہ ہے، تمام مخلوقات اس کی تابع ہیں اور وہ سب کا حاکم ہے ۷۔ بعض محققین نے یہ سراغ بھی لگایا ہے کہ اسلام سے قبل زرتشت نے بھی اپنی کتاب اوستا میں ایک ایسی نظم لکھی ہے جس کے خیالات الحمد سے خاصے مماثل ہیں۔ بعد از اسلام، حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ نے اہل عرب کو اللہ تعالیٰ کے حقیقی تصور یعنی خالق ومعبود سے روشناس کرایا اور اس کے ساتھ ساتھ سب سے بڑی آسمانی کتاب قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے خود اپنی ذات کے بارے میں جو بیان فرمایا ہے، آنخضرت ﷺ نے اس کی تشریح وتوضیح بھی فرمائی۔ قرآن کریم میں سورۃ الحمد ہی سب سے پہلی حمد ہے اور خود اس میں لفظ ''حمد'' موجود ہے۔ شفیق الدین شارق نے اپنے مضمون ''حمد کیا ہے؟'' میں لکھا ہے:

''قرآن کریم کی ہر سورت اللہ کے نام سے آغاز ہو کر کسی نہ کسی لفظ سے شروع ہوتی ہے لیکن سورۃ فاتحہ کی یہ خصوصیت ہے کہ وہ ''الحمد'' سے شروع ہوتی ہے یعنی اللہ کی تعریف سے۔ اس میں اس کا اسم ذات ''اللہ'' واضح طور پر بتادیا گیا ہے کہ ساری تعریفیں اللہ کے لئے ہیں۔'' ۸

اسلامی تاریخ میں صراحت کے ساتھ رسول خدا ﷺ اور صحابہ کرامؓ کی جانب سے منظوم اور نثری پیرائے میں حمد کے مضامین جابجا ملتے ہیں۔ مثال کے طور پر نہج البلاغہ سے حضرت علیؓ کے ایک خطبے کے آغاز کا ایک اقتباس ملاحظہ ہو:

> تمام حمد اس اللہ کے لیے ہے، جس کی مدح تک بولنے والوں کی رسائی نہیں، جس کی نعمتوں کو گننے والے گن نہیں سکتے۔ نہ کوشش کرنے والے اس کا حق ادا کر سکتے ہیں، نہ بلند پرواز ہمتیں اسے پا سکتی ہیں نہ عقل وفہم کی گہرائیاں اس کی تہ تک پہنچ سکتی ہیں۔ اس کے کمالِ ذات کی کوئی حد متعین نہیں۔ نہ اس کے لیے توصیفی الفاظ ہیں نہ اس (کی ابتدا) کے لیے کوئی وقت ہے، جسے شمار میں لایا جاسکے، نہ اس کی کوئی مدت ہے جو کہیں پر ختم ہو جائے۔'' ۹

حضرت حسانؓ بن ثابت جن کا ایک خاص حوالہ نعتِ رسول مقبول ﷺ ہے، انہوں نے بھی اپنی شاعری

میں حمد کے مضمون پر اشعار لکھے ہیں۔۱۰

ادبی نقطہ نظر سے اگر حمد گوئی کا جائزہ لیا جائے تو اندازہ ہوتا ہے کہ جس طرح اسلامی روایات میں ہر خطبے کا آغاز اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا بیان کرنے سے اور آنحضرت ﷺ پر درود وسلام بھیجنے سے ہوتا ہے، بالکل اسی طرح اسلامی ادب میں بھی یہ روایت برقرار رہی ہے۔ اس ضمن میں ڈاکٹر رفیع الدین اشفاق لکھتے ہیں:

''اسلامی ادب میں نظم ونثر کی ہر کاوش نے اپنے تمہیدی حصے میں حمد ونعت کو لازماً جگہ دی جس طرح رسول کریمؐ پر زندگی میں ایک بار درود بھیجنا واجب ہے اسی طرح ہر نثار اور شاعر کے لیے فرض رہا ہے کہ حمد اور نعت کو نثر یا نظم کے ساتھ شامل کرے''۔ ۱۱

اہل عرب کی حمد یہ شاعری کے رجحانات ہمیں فارسی شعرا کے ہاں بھی نظر آتے ہیں، بلکہ ڈاکٹر سید یحییٰ نشیط نے فارسی زبان میں حمد نگاری کے حوالے سے یہاں تک لکھا ہے:

''فارسی زبان وادب میں حمد یہ نغموں کا سراغ اوستا سے ملنے لگتا ہے، اوستا کے تمام اجزا یسنا ویسپر و، وندیدا، لشیت اور خروہ اوستا ان سب میں خدائے بزرگ و بے ہمتا آھور مزد، ایزدون اور فرشتوں کی حمد وثنا، پاکی، سچائی، نیکوکاری اور سعی عمل کی تعریف ہے۔۔۔۔ فارسی زبان کو جب عروج حاصل ہوا تو مذہبیات سے اس کا دامن بھر گیا۔ قدیم شعرا میں فضل اللہ ابوسعید ابوالخیر، عراقی، سعدی، رومی اور جامی جیسے مشہور شعرا نے بڑے بلند پایہ حمد یہ شعر لکھے ہیں۔''۱۲

دیگر فارسی شعرا جن میں باباطاہر، عبداللہ انصاری، حکیم سنائی، نظامی، فریدالدین عطار، خاقانی، امیر خسرو اور عبدالقادر بیدل نمایاں ہیں، ان کی شاعری میں بھی حمد یہ رجحانات نظر آتے ہیں۔ اردو کے مشہور شاعر مرزا غالب اور علامہ اقبال کی فارسی شاعری میں بھی فلسفۂ توحید اور اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا کے مضامین ملتے ہیں۔ عربی اور فارسی کے اثرات کی بنا پر حمد یہ شاعری کی روایت اردو زبان میں بھی بڑی تیزی سے پنپنے لگی۔ چونکہ شعرا ایک ہی عقیدے سے تعلق رکھتے تھے۔ لہٰذا حمد یہ شاعری میں عقیدہ توحید، معرفت الٰہی، اطاعت خداوندی اور روزِ آخرت کے علاوہ سزا و جزا کے تصورات کو بھی اجاگر کرتے رہے۔ گویا یہ کہا جا سکتا ہے کہ اردو کے شعری سرمائے میں حمد یہ شاعری کو خصوصی مرتبہ حاصل ہے۔ قابل غور نکتہ یہ ہے کہ شعرا کے خلاق تخیل نے دیگر اصناف کی طرح اس صنف میں بھی اپنے ہی قلبی جذبات کی اپنے مخصوص انداز میں ترجمانی کی ہے۱۳۔ اس ضمن میں دلچسپ بات یہ ہے کہ نہ صرف مسلم شعرا نے اپنی تصانیف میں حمد ونعت کا التزام رکھا بلکہ غیر مسلم شعرا بھی اپنے دواوین اور دیگر تصانیف کا آغاز حمد ونعت سے ہی کرتے تھے۔ اس حوالے سے پروفیسر شفقت رضوی تحریر کرتے ہیں:

''موجودہ صدی کے ربع اول تک یہ رواج رہا تھا کہ تصانیف کی ابتدا حمد اور نعت سے کی جاتی تھی اس میں نہ نظم ونثر کا امتیاز تھا نہ مسلم اور غیر مسلم کا۔ یہ ایک خوشگوار روایت تھی۔ ادبی اقدار کا فیض رہا کہ غیر مسلم بھی اس طرح کا فرض ادا کرتے رہے جس طرح مسلمان کرتے ہیں۔''۱۴

اُردو کی حمدیہ شاعری:

اردو میں حمدیہ شاعری کا جائزہ لینے کے لیے ضروری ہے کہ پہلے اردو شاعری کے آغاز کے حوالے سے مختصر طور پر واضح کر دیا جائے۔ اس ضمن میں جدید تحقیق کے مطابق فخر الدین نظامی کی مثنوی ''کدم رائو پدم رائو'' کو (سن تصنیف ۱۳۹۶ء) محققین نے اوّلیت کا درجہ عطا کیا ہے[۱۵]۔ اس مثنوی کو فخر الدین نظامی نے اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا سے ہی شروع کیا ہے۔ مثلاً وہ لکھتے ہیں:

گسائیں تہیں ایک دنہ جگ ادار بروبر دنہ جگ تہیں دینہار
کرے آگلا تجہ کریں سیو کوئے کہ جب نہ کرے سیو تجہ کم نہوے [۱۶]

ترجمہ: نظامی اللہ تعالیٰ سے مخاطب ہو کر کہتے ہیں کہ اس دنیا میں صرف تیری ہی ایک ذات سہارا دینے والی ہے تیرے علاوہ کوئی اور نہیں۔ اس جہان میں ہر ایک تیری حمد کرتا ہے۔ مگر تعریف نہ کرنے سے بھی تیری حمد میں کوئی کمی نہیں ہوگی۔ پندرھویں صدی عیسوی ہی کے ایک اور شاعر شمس العشاق شاہ میراں جی کی تصانیف میں بھی حمد باری تعالیٰ کے اشعار کے نمونے ملتے ہیں۔ سولہویں صدی عیسوی میں شیخ بہاء الدین باجن، سید شاہ اشرف بیابانی، علی محمد جیوگا مدھنی اور برہان الدین جانم وہ نمایاں شاعر ہیں جن کے بیشتر کلام کا آغاز حمدیہ اور نعتیہ اشعار سے ہوا ہے۔ دکن میں بہمنی سلطنت کے خاتمے پر عادل شاہی سلطنت بیجاپور میں قائم ہوئی۔ جبکہ گولکنڈہ میں قطب شاہی سلطنت قائم ہوئی۔ ان دونوں سلطنتوں کے سلاطین کی اکثریت شعر و ادب کی دلدادہ تھی۔ اس دور میں نہ صرف درباری شعرا کی پزیرائی کی جاتی تھی بلکہ سلاطین خود بھی شاعری کیا کرتے تھے۔ اس ضمن میں سلطان محمد قلی قطب شاہ، ابراہیم عادل شاہ ثانی، سلطان محمد عادل شاہ ثانی اور عبداللہ قطب شاہ کے نام زیادہ اہم ہیں۔ سلطان محمد قلی قطب شاہ کے کلیات میں حمد وثنا کے موضوع پر پانچ نظمیں ملتی ہیں۔ حمدیہ اشعار کے درج ذیل نمونے ملاحظہ ہوں:

چندر سور تیرے نور تھے ، نس دن کوں کورانی کیا
تیری صفت کن کر سکے، تو آپی میرا ہے جیا [۱۷]
جیسا ہوں تیری اس تھے آیا ہے رحم آکاش تھے
بے کچ منگوں تج پاس تھے سو ہے سو منج کوں توں دیا [۱۸]

دکنی عہد کے دیگر شعرا جنھوں نے اپنی مثنویات میں حمدیہ اشعار لکھے ہیں، ان میں عبدل، حسن شوقی، غواصی، ابن نشاطی، صنعتی، ملا اسد اللہ وجہی اور نصرتی شامل ہیں۔ ان شعرا کے بعد جس شاعر کے کلام میں بلکہ یوں کہنا چاہیے کہ وہ شاعر جس کے کلیات کا آغاز ہی حمد سے ہوا وہ ہے ''وَلی دکنی''۔ وَلی کے حمدیہ اشعار میں خدائے بزرگ و برتر کی قدرت کے مظاہر کے علاوہ اللہ تبارک وتعالیٰ کے لیے بے پناہ عشق کا جذبہ نظر آتا ہے۔ نمونہ اشعار ملاحظہ ہوں:

کیتا ہوں تیرے ناوو کوں ہیں ورد زباں کا
کیتا ہوں تیرے شکر کوں عنوان بیاں کا
جس گرد ابر پاؤں رکھے تیرے رسولاں
اس گرد کوں میں کحل کروں دیدۂ جاں کا[۱۹]

ڈاکٹر سید ظہیر الدین مدنی نے ولیؔ کے حمد یہ اشعار کے بارے میں یوں اظہار خیال کیا ہے: ’’محبوب حقیقی کی ثنا خوانی کے انداز میں اس کا مست ہونا واضح ہو جاتا ہے۔‘‘[۲۰]

ولی دکنی کے ہم عصر شاعروں میں سراج اورنگ آبادی نمایاں حیثیت رکھتے ہیں، جن کی شاعری میں اللہ تعالیٰ کی وحدانیت اور صفات کا ایمان افروز رنگ نظر آتا ہے۔ حیدر آباد دکن کے بعد اگر شمالی ہند میں اردو حمد گوئی کا جائزہ لیا جائے تو فائز دہلوی وہ شاعر نظر آتے ہیں جن کے دیوان میں ایک مثنوی بعنوان ’’مناجات‘‘ درج ہے جس میں اللہ تعالیٰ کی صفات کو بیان کرتے ہوئے دُعائیہ انداز اپنایا گیا ہے۔ دو اشعار ملاحظہ ہوں:

خدایا تو حقیقی پادشاہ ہے مجازی پادشہ میرا گدا ہے
قدیما، قادرا، پروردگارا رحیما، عادلا، آمرزگارا[۲۱]

اس دور میں شمالی ہند کے دیگر شعرا جن کی شاعری میں حمد یہ موضوعات نظر آتے ہیں، ان میں شاہ مبارک آبروؔ، غلام مصطفیٰ خان یکرنگؔ، مرزا مظہر جان جاناں، انعام اللہ خاں یقینؔ، ظہور الدین حاتمؔ اور نظیر اکبر آبادی شامل ہیں۔ نظیر کی ایک مشہور حمد کے اشعار ملاحظہ ہوں:

الٰہی تو فیاض ہے اور کریم الٰہی تو غفار ہے اور رحیم
مقدس، معلیٰ، منزہ، عظیم نہ تیرا شریک اور نہ تیرا سہیم
تری ذات والا ہے یکتا قدیم

ترے حسن قدرت نے یا کردگار کیے ہیں جہاں میں وہ نقش و نگار
پہنچتی نہیں عقل انہیں ذرہ وار تحیر میں ہیں دیکھ کر بار بار
ہیں جتنے جہاں میں ذہین و فہیم[۲۲]

نظیر کے بعد سوداؔ کے کلام میں بھی حمد یہ رنگ نظر آتا ہے۔ چند اشعار مثالاً ملاحظہ ہوں:

مقدور نہیں اس کی تجلی کے بیاں کا
جوں شمع، سراپا ہو اگر صرف زباں کا
پردے کو تعین کے درد دل سے اٹھادے
کھلتا ہے ابھی پل میں طلسمات جہاں کا[۲۳]

اسی دور میں خواجہ میر دردؔ کی صوفیانہ شاعری بھی عروج پر نظر آتی ہے۔ دردؔ نے بھی اپنے دیوان کا آغاز حمد سے ہی کیا ہے۔

مقدور ہمیں کب ترے وصفوں کے رقم کا　　حقا کہ خداوند ہے تو لوح و قلم کا
اس مسند عزت پہ کہ جلوہ نما ہے　　کیا تاب، گذر ہووے تعقل کے قدم کا
ہے خوف اگر جی میں تو ، ہے تیرے غضب سے
اور دل میں بھروسا ہے ، تو ہے تیرے کرم کا ۲۴

اٹھارہویں صدی عیسوی کے آخر میں میر حسنؔ کی مثنویات نے ہر طبقہ خاص و عام میں شہرت پائی۔ میر حسن نے بھی اپنی مثنوی کا آغاز حمدیہ اشعار سے کیا ہے۔ اسی دور کے شعرا میں میر محمد علی بیدارؔ اور خواجہ محمد میر اثرؔ، سید محمد میر سوزؔ اور غلام حسین ایلچ پوری کے کلام میں بھی حمدیہ رجحانات نظر آتے ہیں۔ انیسویں صدی کے آغاز میں دکن کے تین شعرا مذہبی حمدیہ و نعتیہ شاعری کے حوالے سے نمایاں ہیں، جن میں محمد باقر آگاہ اور شاہ غوث غوثی شامل ہیں۔ اس عہد میں شمالی ہند کے سب سے مشہور اور معروف شاعر میر تقی میرؔ کے ہاں حمدیہ موضوعات پر بکثرت اشعار ملتے ہیں۔ یہاں میرؔ کے حمدیہ اشعار کی چند مثالیں پیش کی جا رہی ہیں:

دل رفتۂ جمال ہے اس ذوالجلال کا
مسجع جمیع صفات و کمال کا
ادراک کو ہے ذات مقدس میں دخل کیا
اودھر نہیں گذار، گمان و خیال کا
ہے قسمت زمن و فلک سے غرض نمود
جلوہ و گرنہ سب میں ہے اُس کے جمال کا ۲۵

قلندر بخش جرات، غلام ہمدانی مصحفیؔ، کے ہاں بھی حمدیہ اشعار نظر آتے ہیں۔ مزید شعرا میں شاہ نیاز احمد بریلوی، میاں نصیر الدین نصیرؔ شامل ہیں۔ اور یہی وہ زمانہ ہے جب اردو شاعری دو بڑے دبستانوں یعنی دبستان لکھنؤ اور دبستانِ دہلی میں منقسم ہو چکی تھی۔ اسی دور میں امام بخش ناسخ، پنڈت دیا شنکر نسیم، حکیم مومن خان مومن، شیخ ابراہیم ذوق، مرزا غالب، شیفتہ، امام بخش صہبائی کے کلام میں حمدیہ اشعار کا سراغ ملتا ہے۔ مثلاً غالبؔ کہتے ہیں:

نہ تھا کچھ تو خدا تھا، کچھ نہ ہوتا تو خدا ہوتا
ڈبویا مجھ کو ہونے نے، نہ ہوتا میں تو کیا ہوتا ۲۶

اسی عہد کے ایک اور مشہور شاعر مغل شہنشاہ بہادر شاہ ظفرؔ ہیں۔ جن کے کلام میں حمدیہ اور التجائیہ اشعار ملتے ہیں۔ غدر دہلی کے بعد کی شاعری کا جائزہ لینے سے اندازہ ہوتا ہے کہ اردو کی حمدیہ شاعری کا ایک نمایاں رُخ اس

دور میں میر انیسؔ اور مرزا دبیرؔ کے مرثیوں اور رباعیات میں نظر آتا ہے۔ خاص طور پر مراثی انیس میں میر انیسؔ نے حمد نگاری کے خاص جوہر دکھائے ہیں۔ اس ضمن میں پروفیسر قیصر نجفی اپنے مضمون میں لکھتے ہیں:

> ''انہوں نے شہدائے کربلا کی مدح سرائی کے ساتھ ساتھ مدحت رسول مقبول ﷺ اور حمدِ خدا پر بھی توجہ مرکوز کی ہے۔ ان کے بعض مرثیوں کے چہروں میں حمد نگاری کے جو نمونے ملتے ہیں، ان کی ادبی سطح بہت بلند ہے۔ مظاہر فطرت کی منظر نگاری میں بھی وہ حمد باری تعالیٰ کا التزام کرتے ہیں، جبکہ مناجات میں ان کا جذبۂ حمد و ثنا اپنے عروج پر ہے۔۔۔۔ انہوں نے اللہ کی کبریائی کے اظہار میں جس عجز بیان کا اعتراف کیا ہے، وہی حمد نگاری کی اصل روح ہے۔'' ۲۷

اردو حمد نگاری کا یہ سفر بتدریج آگے بڑھتا رہا اور میر انیس و دبیر کے بعد جن شعرا کے حمد یہ اشعار نظر آتے ہیں، ان میں سید محمد اسماعیل حسین منیر شکوہ آبادی، شیخ امداد علی بحر لکھنوی اور جلال لکھنوی اہم ہیں۔ غدرِ دہلی کے بعد کے شعرا میں مفتی غلام سرور لاہوری، امیر مینائی، میر مہدی حسین مجروح، نواب مرزا داغ دہلوی، بیان میرٹھی اور مولوی محمد محسن کاکوری شامل ہیں۔ یہاں تک پہنچتے پہنچتے اردو شاعری کے سفر میں ایک نیا رخ نظر آتا ہے، جس کے بارے میں ڈاکٹر سید یحییٰ نشیط کا یہ خیال ہے:

> ''۱۸۵۷ کے انقلاب کے بعد اردو شاعری ایک نئی جہت سے آشنا ہوتی ہے۔ تاریخ ادب اردو میں جو جدیدیت کہلاتی ہے۔ اس انقلاب سے جمودی کیفیات ختم ہو گئیں اور عمل کی نئی طاقت و توانائی قلوب و اذہان میں سرائیت کر گئی۔۔۔۔ یہاں سے اردو شاعری جدید و قدیم دو گروہوں میں تقسیم ہو جاتی ہے۔۔۔۔ ''جدیدیت'' کے اس انقلاب نے اردو شاعری کی ہیئت بدلی، موضوعات بدلے، بحور و قوافی میں تجربات کیے گئے۔ مولوی محمد حسین آزاد اردو شاعری میں جدیدیت کے علمبردار ہیں ان کی حمد یہ شاعری میں ''مسائل حیات'' کے نقوش بھی ہیں اور حسن عقیدت کے پھول بھی۔'' ۲۸

انیسویں صدی عیسوی میں جدیدیت کی اس نئی جہت نے اردو کی مذہبی شاعری خاص طور پر حمد و نعت، منقبت و سلام اور مرثیے میں بھی نئے فکری زاویے پیش کیے۔ حمد یہ شاعری میں طرزِ جدید کو اپنانے والے شعرا میں سرور جہاں آبادی، اسمٰعیل میرٹھی، شبلی نعمانی نمایاں ہیں۔ مگر یہ حقیقت ہے کہ طرزِ جدید کے ایک اہم ترین نمائندہ شاعر الطاف حسین حالؔی کی حمد یہ شاعری کو بھی فراموش نہیں کیا جا سکتا۔ حالؔی کی حمد یہ شاعری میں اللہ تعالیٰ کی صفات کے ساتھ ساتھ یہ دعوت فکر بھی ہے کہ اس ساری کائنات کا خالق اور نظام ہستی چلانے والا اللہ تعالیٰ ہے۔ اور بندے کو ہر حال میں اپنی عبدیت سے اپنے معبود کو راضی کرنا چاہیے۔ ڈاکٹر سرور اکبر آبادی اپنے مضمون ''اردو میں حمد یہ شاعری'' میں حالؔی کی حمد یہ شاعری کے بارے میں یوں بیان کرتے ہیں: ''انہوں نے اپنی طبع رواں اور فکر رسا کے جوہر ''حمد'' میں بھی خوب دکھائے ہیں''۔ ۲۹

حالؔی کے چند حمدیہ اشعار ملاحظہ ہوں:

قبضہ ہو دلوں پر کیا اور اس سے سوا تیرا
اک بندہ نا فرماں ہے حمد سرا تیرا
گو سب سے مقدم ہے حق تیرا ادا کرنا
بندے سے مگر ہوگا حق کیوں کر ادا تیرا ۳۰

اردو کی حمدیہ شاعری علامہ اقبالؔ کے تذکرے کے بغیر ادھوری ہے۔ اقبالؔ کی حمدیہ شاعری میں اللہ تعالیٰ کے قادرِ مطلق ہونے، عقیدۂ توحید اور اپنی قوم کو اللہ تعالیٰ سے رشتہ استوار کرنے کے لیے نئے رخ دیکھے جا سکتے ہیں۔ چند اشعار ملاحظہ ہوں:

لوح بھی تو قلم بھی تو تیرا وجود الکتاب
گنبد آبگینہ رنگ تیرے محیط میں حباب
عالم آب و خاک میں ترے ظہور سے فروغ
ذرۂ ریگ کو دیا تونے طلوع آفتاب ۳۱
ہاتھ ہے اللہ کا بندۂ مومن کا ہاتھ
غالب و کار آفریں، کارکشا کارساز ۳۲

ڈاکٹر یحییٰ نشیط، اقبال کی حمدیہ شاعری کے حوالے سے لکھتے ہیں:

''اقبال اللہ کی رحمت بے کراں کے منکر نہیں ہیں۔ انہیں اس بات کا یقین ہے کہ آدمی اگر صمیم قلب سے اپنے کیے پر پشیمان ہو جائے تو اللہ اس کے گناہوں کو اپنے دامن رحمت میں سمیٹ لیتا ہے۔

قطرے جو تھے مرے عرق انفعال کے موتی سمجھ کے شانِ کریمی نے چن لیے

غرض کہ اقبالؔ نے اللہ کی حمد و ثنا ہمہ جہتی پہلو سے کی ہے۔'' ۳۳

حمدیہ شاعری میں اقبال کے بعد جن دیگر شعرا کا نام لیا جا سکتا ہے، ان میں فانیؔ بدایونی، حسرتؔ موہانی، سیمابؔ اکبر آبادی، مولانا ظفر علی خان، امجد حیدر آبادی، جگر مراد آبادی، تلوک چند محروم اور صفی اورنگ آبادی شامل ہیں۔ بیسویں صدی عیسوی میں شاعر شباب و انقلاب شبیر حسن خاں جوشؔ ملیح آبادی نے سورۂ رحمٰن (ایک تاثر) کے عنوان سے شاہ کار نظم لکھی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے سورۂ رحمٰن کو اپنی نعمتوں کے ذکر سے سجایا ہے، جوشؔ نے ذخیرہ الفاظ سے کام لیتے ہوئے اپنی نظم کو بھی خوب آراستہ و پیراستہ کیا ہے۔ نمونۂ اشعار ملاحظہ ہوں:

یہ سحر کا حسن، یہ سیارگاں اور یہ فضا
یہ معطر باغ ، یہ سبزہ ، یہ کلیاں دل ربا

یہ بیاباں ، یہ کھلے میدان ، یہ ٹھنڈی ہوا
سوچ تو کیا کیا، کیا ہے تجھ کو قدرت نے عطا
کب تک آخر اپنے رب کی نعمتیں جھٹلائے گا

سبز گہرے رنگ کی بیلیں چڑھی ہیں جا بجا
نرم شاخیں جھومتی ہیں رقص کرتی ہے صبا
پھل وہ شاخوں میں لگے ہیں دل فریب و خوش نما
جن کا ہر ریشہ ہے قند و شہد میں ڈوبا ہوا
کب تک آخر اپنے رب کی نعمتیں جھٹلائے گا ۳۴

بلاشبہ جوشؔ کی یہ نظم اردو کی مذہبی شاعری میں گراں قدر حیثیت رکھتی ہے۔ بیسویں صدی میں جوشؔ کے علاوہ، حفیظ جالندھری بھی اہم شاعر ہیں۔

مثلاً حفیظ کہتے ہیں:

جب کوئی تازہ مصیبت ٹوٹتی ہے اے حفیظؔ
ایک عادت ہے ، خدا کو یاد کرلیتا ہوں میں ۳۵

بیسویں صدی جو اردو شاعری کا دور جدید بھی کہلاتی ہے، اس اعتبار سے بھی اہم ہے کہ صنف حمد نگاری میں بیشتر شعرا نے طبع آزمائی کرتے ہوئے حمدیہ شاعری کے سرمائے میں اضافہ کیا ہے۔ اختصار سے کام لیتے ہوئے یہاں صرف حمد نگاری کو بطور خاص موضوع بنایا ہے، ان کے نام لکھے جا رہے ہیں: مضطر خیر آبادی، احسان دانش، حامد اللہ افسر میرٹھی، تابش دہلوی، احمد ندیم قاسمی، منیر نیازی، غلام ربانی تاباں، ماہر القادری، نعیم صدیقی، حافظ رام نگری، جمیل نقوی، سرشار صدیقی، مظفر وارثی، طفیل دارا، حافظ لدھیانوی، حنیف اسعدی، محسن بھوپالی، جاذب قریشی، آفتاب کریمی، لطیف اثر، خواجہ محمد اکبر وارثی، خالد شفیق، معراج جامی، مرتضٰی اشعر، ریاض حسین چودھری، عبدالعزیز خالد، حفیظ تائب، سعید وارثی کے نام نمایاں ہیں۔

احسانؔ دانش:

خدا کو پا نہیں سکتا خدا کی ذات کا منکر
نہ جب تک دل سے نقص ناتمامی دور ہوجائے
خدا وہ ہے کہ جس کی عظمت و جبروت کے آگے
خود انساں سجدہ کرنے کے لیے مجبور ہوجائے ۳۶

حافظ لدھیانوی:

بڑھ رہی ہیں ہر طرف تاریکیاں
ظلمتوں کے چل رہے ہیں کارواں
زندگی ہے سر برہنہ نیم جاں
ڈال دے اس پر محبت کی ردا
اے خدا میرے خدا میرے خدا [۳۷]

تابش دہلوی:

تُو ہی امداد مصیبت میں دیا کرتا ہے
یاد آتا ہے سدا منزلِ دشوار میں تُو
شمع بن بن کے تو ہی بزم طرب میں چمکا
پھول بن بن کے کھلا تختۂ گلزار میں تُو [۳۸]

احمد ندیم قاسمی:

ازل، ابد کا تصور فقط تصور ہے
ترے وجود کی تقویم ہو نہیں سکتی [۳۹]

مظفر وارثی:

ایمان دے گواہی
ہم آخرت کے راہی
دیکھیں غبارِ عالم
پروردگار عالم [۴۰]

لطیف اثر:

دل کے آئینے میں تیرا عکس آتا ہے نظر
فاصلہ تجھ سے ہے میرا جانے کتنا اے رحیم
رفعتیں تیری میری پستی کی رکھتی ہیں خبر
نام مرے دل میں جب آتا ہے ترا اے رحیم [۴۱]

حفیظ تائب:

جو اسم ذات ہویدا ہوا سر قرطاس
ہوا خیال منور، مہک گیا احساس

اسی کے فکر میں گم سم ہے کائنات وجود
اسی کے ذکر کی صورت ہے نغمۂ انفاس
اسی کے اذن سے ہے کاروان زیست رواں
اسی کے حکم پہ غیب و شہود کی ہے اساس
مجھے شریک کرے کاش ایسے بندوں میں
جنہیں نہ خوف و خطر ہے کوئی نہ رنج و ہراس ۴۲؎

ساحر لکھنوی:

اے قلم حمد کے جادہ میں چل اب سر کے بل
اس میں ہر گام ہے اک شکر کے سجدہ کا محل
شکر اس کا کہ جو ہے لائق صد شکر وسجود
شکر اس کا کہ جو ہے مرکز امید وامل ۴۳؎

سرشار صدیقی:

نئے لہجے میں بصد عجز و ندامت لکھوں
صرف اشکوں کی زباں میں، تری مدحت لکھوں ۴۴؎

دراصل اردو شاعری میں دعا اور مناجات کا رجحان عربی اور فارسی کی اس قدیم روایت کے تسلسل میں آیا ہے جس کا ذکر پہلے کیا جا چکا ہے۔ عربی اور فارسی شعرا کے عقائد اور اردو شعرا کے عقائد میں یکسانیت اردو شاعری میں دعائیہ اور مناجاتی شاعری کے رجحان کی باعث بنی۔ مگر یہ امر بھی قابل غور ہے کہ اردو شاعری میں مناجات کو بطور صنف شاذ و نادر ہی برتا گیا ہے، تاہم دور متقدمین میں دکن اور شمالی ہند کے شعرا کے دواوین میں مثنوی کی ہیئت میں مناجاتیں ملتی ہیں۔ شمالی ہند میں فائز دہلوی اس حوالے سے سرفہرست ہیں جنہوں نے مناجات تحریر کی۔ دکن میں عادل شاہیوں اور قطب شاہیوں کے دور میں مثنوی کے علاوہ حمدیہ قصائد کے دعائیہ حصے میں بھی مناجات کا التزام رکھا گیا۔ دکنی دور میں ملا وجہی، نصرتی کی مثنویوں میں مناجاتیں ملتی ہیں جبکہ کئی صوفیائے کرام جن میں شاہ ابوالحسن قربی، سید جمال الدین جمالؔ اور دیگر شعرا سید ابراہیم اور علی زحمتی، فقیر اور ناقص نے مناجاتیں لکھی ہیں۔ دور متوسطین میں شمالی ہند میں قائم چاند پوری کی مثنوی مناجات بدرگاہ قاضی الحاجات بھی مناجاتی شاعری میں اہم تصور کی جاتی ہے۔ خواجہ میر دردؔ کے کلام میں بھی کچھ اشعار میں مناجاتی رنگ نمایاں ہے۔ مناجاتی شاعری کا ایک رخ مراثی انیس و دبیر میں بھی نظر آتا ہے، تاہم اردو کی مناجاتی شاعری کو جس شاعر نے از سر نو زندہ کیا ہے وہ ہیں ''الطاف حسین حالی''۔ جن کی ''مناجات بیوہ'' اردو کی مناجاتی شاعری میں مرکزی حیثیت رکھتی ہے۔

یہاں یہ نکتہ بھی اہمیت کا حامل ہے کہ بیشتر حمد گو شعرا اپنے حمدیہ کلام میں ہی دعائیہ و مناجاتی رنگ کا امتزاج

نمایاں کر دیتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کو اپنی استعانت کے لیے پکارنے میں، ذاتِ کبریا سے فریاد طلب کرنے میں اس کی صفات اور احسانات کا واسطہ بھی دیتے ہیں۔ اسی لیے عہد حاضر میں متعدد شعرا کے ہاں حمد یہ شاعری میں ہی دعا اور مناجات کی کیفیت نظر آتی ہیں۔ ایک ہی عہد میں رہتے ہوئے ان حالات سے متاثر ہوئے جو مقامی اور عالمی سطح پر رونما ہو رہے تھے۔ لہٰذا اللہ تعالیٰ سے مناجات کے انداز میں نیز دعائیہ اشعار میں کچھ یکسانیت کا تاثر بھی نظر آتا ہے۔ پھر ایک رخ یہ بھی رہا ہے کہ مظاہر کائنات میں جو اللہ تعالیٰ کی قدرت نظر آ رہی ہے، اس کو حمد گوئی کے مضامین میں سمونا، نیز خیر و شر اور نیکی و بدی کی باہمی آویزش، انسانی رویوں، اندرونی کشمکش کو بھی حمد نگاری کے اسالیب میں برتا گیا ہے۔ یہ نکتہ بھی اہمیت کا حامل ہے کہ موجودہ دور راسخ العقیدہ انسانوں کا اتنا نہیں ہے جتنا نئے فلسفوں اور سائنسی نظریات کے پس منظر میں تشکیک اور انکار حقیقت کی طرف رجحان نظر آتا ہے۔ مگر تشکیک کو دلائل کے ذریعے تو شاید کوئی انسان انفرادی طور پر اپنی فکر کا حصہ بنائے لیکن جب وہ کائنات کے مظاہر اور رب کائنات کی بے پایاں نعمتوں پر غور کرتا ہے تو اسے خود ہی یہ احساس ہوتا ہے جیسا افتخار عارف نے محسوس کیا ہے۔

میں جب بھی صبح کا انکار کرنے لگتا ہوں
تو کوئی دل میں میرے آفتاب رکھتا ہے[۴۵]

اسی طرح خالد شفیق خالق کائنات کی بارگاہ میں قدرت کی کارسازیوں کا اعتراف ان اشعار میں یوں بیان کرتے ہیں:

روح مردہ کو دیتا ہے شادابیاں
سبز موسم کو مژدہ سناتا ہے وہ
اس کے لطف و کرم سے رواں زندگی
پیار جذبے دلوں میں جگاتا ہے وہ[۴۶]

بعض شعرا روایتی انداز میں اللہ کی حمد و ثنا کرتے اور خود کو عاجز و حقیر بندے کی حیثیت سے اس کی درگاہ میں پیش کرتے ہیں جیسے انوار عزمی کا یہ مطلع:

الٰہی میں گدا ہوں شاہ ہے تو
میں بندہ ہوں میرا اللہ ہے تو[۴۷]

محشر لکھنوی نے بھی مالک اور بندے کی نسبت کو اس طرح بیان کیا ہے:

کیسے نہ کروں شکر میں سجدہ تیرا
تو مالک و مولا میں بندہ تیرا[۴۸]

حمد نگاری کے موضوعات میں ایک خاص رجحان رب تعالیٰ کے اپنی مخلوقات پر احسانات اور اس کی شکر

گزاری سے متعلق بھی خاصا اہم ہے۔ بیشتر شعرا اپنی حمدیہ نظموں میں اللہ تعالیٰ کی بزرگی، اس کے الطاف و اکرام کا ذکر کرتے نظر آتے ہیں۔ جیسے ساجد احسان کی حمد کے یہ اشعار:

یوں ہی تیری عظمت کے چرچے رہیں گے
زمیں پر ہے جب تک قیام آدمی کا
ترے واسطے سے یہ درجہ ملا ہے
زمیں سے فلک تک ہے نام آدمی کا ۴۹؎

جسٹس حسن رضا غدیری اللہ تعالیٰ کی رحمت کو اپنی حمدوں کا موضوع بناتے ہوئے کہتے ہیں:

اک مہربان سارے جہاں پر وہی تو ہے
رحمت ہے جس کی سب پہ برابر وہی تو ہے ۵۰؎

قمر وارثی کے حمدیہ اسلوب کی واضح جھلک ان اشعار میں نظر آتی ہے:

یاربّ ترے کرم کا یہ ادنیٰ کمال ہے
مجھ سا گناہ گار بھی آسودہ حال ہے
غافل نہیں جو ذکر الٰہی سے اے قمر
میرے خیال میں وہی روشن خیال ہے ۵۱؎

طاہر سلطانی اپنی حمد میں انسان کے اشرف المخلوقات ہونے کو اللہ تعالیٰ کا خاص کرم تصور کرتے ہوئے کہتے ہیں:

چاند سورج بھی دیے اور ستارے بخشے
میرے مولا نے ہمیشہ ہی اجالے بخشے
کر کے تخلیق ہمیں کردیا اشرف رب نے
آدمیت کو شرف اس نے نرالے بخشے ۵۲؎

تنویر پھول کا حمدیہ انداز بھی وہی مناجات اور بندہ و آقا کی حیثیت کے بیان پر مبنی ہے:

یاالٰہی تو سب کا ہے مولا
ذات ہے تیری واحد و یکتا
تیرے در پر بھکاری آیا ہے
ناتواں ہے ضعیف ہے بندہ ۵۳؎

رئیس الدین رئیس کائنات کی ہر شے، غرض ہر مقام و منزل اور مسافر کا رشتہ اللہ تعالیٰ سے یوں جوڑتے ہیں:

تری ہی ذات تو محور ازل ابد کا ہے
تمام نقطے ترے، دائرے بھی تیرے ہیں
تو راہ بھی، تو ہی منزل بھی، ہر مسافر کی
ترا ہی رختِ سفر، قافلے بھی تیرے ہیں ۵۴

اعجاز رحمانی نے فضائل ذکر خدا کو اپنی حمد میں یوں بیان کیا ہے:

ذکرِ خدا کے جب ہوئے روشن کہیں چراغ
پھیلا وہ نور بن گئی ساری زمیں چراغ
قندیل عرش سے جو ہوا نور منتقل
روشن ہوئے زمین پہ مہر آفریں چراغ ۵۵

سید اقبال حیدر نے بارگاہ خداوندی میں اپنی حمد کا نذرانہ یوں پیش کیا ہے:

در و بام کو جگمگایا ہے جس نے
اندھیرے کو روشن بنایا ہے جس نے
وہ خالق ہے دونوں جہاں کا خدا ہے
رسالت کو محکم بنایا ہے جس نے ۵۶

محسن نقوی کی حمد نگاری کا بنیادی محور مشاہدہ کائنات اور قرآن کریم کی آیات رہا ہے۔ مثلاً یہ اشعار ملاحظہ ہوں:

اے عالم نجوم و جواہر کے کردگار!
اے کار سازِ دہر و خدا وندِ بحر و بر
ادراک و آگہی کے لیے منزلِ مراد
بہر مسافرانِ جنوں، حاصلِ سفر
یہ برگ و بار و شاخ و شجر، تیری آیتیں
تیری نشانیاں ہیں یہ گلزار و دشت و در ۵۷

حوالہ جات وحواشی:

۱۔ شفقت رضوی، پروفیسر، اُردو میں حمد گوئی چند گوشے، (کراچی: جہان حمد پبلی کیشنز، جون ۲۰۰۲ء)، ص ۳۰

۲۔ قیصر نجفی، پروفیسر، مضمون: انیس کے مرثیے، حمد و نعت سے منقبت ورثا تک، مشمولہ

مجلّہ سہ ماہی رثائی ادب، کراچی، شمارہ ۲۸، ۲۷، دوصد سالہ یادگار انیس نمبر، جولائی تا ستمبر، اکتوبر تا دسمبر ۲۰۰۲ء، ص ۳۵۵

۳۔ نصیر ترابی، شعریات، (کراچی: پیراماؤنٹ پبلشنگ انٹر پرائز، باراوّل، ۲۰۱۲ء) ص ۵

۴۔ ابوالکلام آزاد، مولانا، غبار خاطر، (لاہور: مکتبہ جمال، ۲۰۰۶ء) ص ۱۳۶

۵۔ شاہ ولی اللہ دہلوی، حجۃ اللّٰہ البالغہ، مولانا عبدالحق حقانی (مترجم)، (لاہور: فرید بک اسٹال، سن ندارد) ص ۱۷۱ تا ۲۷۶

۶۔ میرانیس، مراثئ انیس (جلد اوّل)، (مرتبہ) نائب حسین نقوی، (لاہور: شیخ غلام علی اینڈ سنز، ۱۹۵۹ء) ص ۹

۷۔ شاہ ولی اللہ دہلوی، حجۃ اللہ البالغہ، ص ۲۷۶

۸۔ شفیق الدین شارق، مضمون: حمد کیا ہے؟، مشمولہ جہان حمد کتابی سلسلہ، کراچی، شمارہ ۱، جون ۱۹۹۸ء، ص ۳۴

۹۔ جعفر حسین، مفتی، حجۃ الاسلام، علامہ، (مؤلف و مترجم)، نہج البلاغہ، ا(لاہور: دارہ نشر معارف اسلامی، سن ندارد) ص ۰۷

۱۰۔ سید یحییٰ نشیط، ڈاکٹر، اُردو میں حمد و مناجات، (کراچی: فضلی سنز پرائیویٹ لمیٹڈ، مارچ ۲۰۰۰ء) ص ۲۲

۱۱۔ رفیع الدین اشفاق، ڈاکٹر، اُردو میں نعتیہ شاعری، (کراچی: اُردو اکیڈمی سندھ، ۱۹۷۶ء) ص ۶۰

۱۲۔ سید یحییٰ نشیط، ڈاکٹر، اُردو میں حمد و مناجات، ص ۲۳

۱۳۔ ایضاً، ص ۲۴۔۲۵

۱۴۔ شفقت رضوی، پروفیسر، اُردو میں حمد گوئی چند گوشے، ص ۳۲۔۲۳

۱۵۔ افسر صدیقی امروہوی، مضمون: اُردوئے قدیم اور نعت گوئی، مشمولہ ماہنامہ ماہِ نو، سیرت رسولؐ نمبر، کراچی، ۱۹۶۳ء، ص ۱۱۰

۱۶۔ فخر الدین نظامی، مثنوی کدم رائو پدم رائو، (مرتبہ) جمیل جالبی، (کراچی: انجمن ترقی اُردو، ۱۹۷۳ء) ص ۶۷

۱۷۔ محمد قلی قطب شاہ، کلیات، (مرتبہ) ڈاکٹر سیدہ جعفر، (نئی دہلی: ترقی اُردو بیورو، باراوّل، ۱۹۸۵ء)، ص ۲۹۷

۱۸۔ ایضاً

۱۹۔ ولی دکنی، کلیات ولیؔ دکنی، (مرتبہ) نورالحسن ہاشمی، (دہلی: انجمن ترقی اُردو، باردوم، ۱۹۴۵ء)،

ص ۲۱

۲۰۔ ولی دکنی، انتخاب ولی، (مرتبہ) ظہیر الدین مدنی، (دہلی: مکتبہ جامعہ، ۱۹۷۷ء)، ص ۸

۲۱۔ سید مسعود حسن رضوی ادیب، فائز دہلوی اور دیوان فائز، (لکھنؤ: نظامی پریس، باردوم، ۱۹۶۵ء)، ص ۲۲۳

۲۲۔ نظیر اکبر آبادی، کلیات، (لکھنو: منشی نول کشور، ۱۹۲۲ء)، ص ۲۷۸

۲۳۔ محمد رفیع سودا، انتخاب سودا، (مرتبہ) رشید حسن خاں، (دہلی: مکتبہ جامعہ، ۱۹۷۲ء)، ص ۳۴۷

۲۴۔ خواجہ میر درد، دیوان درد، (مرتبہ) رشید حسن خاں، (دہلی: مکتبہ جامعہ، ۱۹۷۹ء)، ص ۱۳

۲۵۔ میر تقی میر، انتخاب کلام، (مرتبہ) سنبل سرفراز، (لاہور: مکتبہ الفتوح، سن ندارد)، ص ۱۳

۲۶۔ مرزا اسداللہ خاں غالب، دیوان غالب، Website:
www.urdubookspdf.blogspot.com/2013/03/deewan-e-ghalib.html

۲۷۔ قیصر نجفی، پروفیسر، مضمون، مشمولہ رثائی ادب، ص ۳۵۸

۲۸۔ سید یحییٰ نشیط، ڈاکٹر، اردو میں حمد و مناجات، ص ۸۹۔۹۰

۲۹۔ سرور اکبر آبادی، ڈاکٹر، مضمون: اردو میں حمدیہ شاعری، مشمولہ جہان حمد، کتابی سلسلہ، کراچی، شمارہ ۱، جون ۱۹۹۸ء، ص ۵۹

۳۰۔ الطاف حسین حالی، کلیات نظم، (مرتبہ) ڈاکٹر افتخار احمد صدیقی، (لاہور: مجلس ترقی ادب، ۱۹۶۸ء)، ص ۸۶

۳۱۔ شیخ محمد اقبال، کلیات اقبال، (لاہور: شیخ غلام علی اینڈ سنز، فروری ۱۹۷۲ء)، ص ۴۰۵

۳۲۔ ایضاً، ص ۳۸۹

۳۳۔ سید یحییٰ نشیط، ڈاکٹر، اردو میں حمد و مناجات، ص ۱۱۰

۳۴۔ جوش ملیح آبادی، سورۂ رحمن (ایک تاثر)، مشمولہ ماہنامہ افکار، کراچی، شمارہ ۱۳۱، ۱۹۸۱ء، ص ۳۹

۳۵۔ حفیظ جالندھری، سوز و ساز، (لاہور: مجلس اُردو، سن ندارد)، ص ۲۳۱

۳۶۔ احسان دانش، نوائے کارگر، (لاہور: مکتبہ دانش، ۱۹۶۱ء)، ص ۳۵

۳۷۔ حافظ لدھیانوی، ذوالجلال و الاکرام، (فیصل آباد: بیت الادب، مئی ۱۹۸۶ء)، ص ۶۹

۳۸۔ مطبوعہ ماہنامہ ارمغان حمد، کراچی، ڈائمنڈ جوبلی نمبر، سن ندارد، ص ۳۰

۳۹۔ مطبوعہ: ماہنامہ فاران، کراچی، دسمبر ۱۹۵۱ء، ص ۴۵

۴۰۔ مظفر وارثی، الحمد، (لاہور: ماورا پبلشرز، باراوّل، فروری ۱۹۸۴ء)، ص ۳۷

۴۱۔ لطیف اثر، صحیفہ حمد، (کراچی: وقاص اکیڈمی، ۱۹۸۸ء)، ص ۴۳

۴۲۔ حفیظ تائب، کلیات حفیظ تائب، (لاہور: حفیظ تائب فاؤنڈیشن، اپریل ۲۰۰۵ء) ص ۴۲

۴۳۔ ساحر لکھنوی، صحیفۂ مدحت، (کراچی: آثار و افکار اکادمی، پاکستان، ۱۹۹۷ء) ص ۶۷

۴۴۔ سرشار صدیقی، اساس، (کوئٹہ: اثاثہ، ۱۹۹۰ء) ص ۳۹

۴۵۔ افتخار عارف، شہر علم کے دروازے پر، (مرتبہ) اشفاق حسین، (کراچی: مکتبہ دانیال، باراوّل، اکتوبر، ۲۰۰۵ء) ص ۶

۴۶۔ مطبوعہ ماہنامہ تہذیب، کراچی، جلد ۳۰، شمارہ ۵۵، مئی ۲۰۱۳ء، ص ۳

۴۷۔ شفقت، رضوی پروفیسر، اردو میں حمد گوئی چند گوشے، شفقت رضوی، (کراچی: جہان حمد پبلی کیشنز، پاکستان، جون ۲۰۰۲ء) ص ۱۸۳

۴۸۔ محشر لکھنوی، محفل و مجلس، (کراچی: بزم سیرت اہلبیت، جولائی ۱۹۹۹ء) ص ۱۱

۴۹۔ ساجد احسان، تسبیح منقبت فاطمہ، (کراچی: ساجد اکیڈمی، ۱۹۹۳ء) ص ۱۷۔۱۸

۵۰۔ حسن رضا غدیری، جسٹس، حرف احساس، (لاہور: ادارہ منہاج الصالحین، مئی ۲۰۰۱ء) ص ۴۴

۵۱۔ قمر وارثی، یم تحریک، (کراچی: دبستان وارثیہ، ۱۹۹۰ء) ص ۳۳

۵۲۔ طاہر سلطانی (مرتب)، نعت کی بہاریں، حمد و نعت ریسرچ سینٹر، (کراچی: جہان حمد پبلی کیشنز، ۲۰۱۲ء) ص ۸

۵۳۔ تنویر پھول، زبور سخن، (کراچی: جہان حمد پبلی کیشنز، ۲۰۰۲ء) ص ۳۱

۵۴۔ مطبوعہ عالمی رنگ ادب، کراچی، کتابی سلسلہ، شمارہ نمبر ۲۲۔۲۱، یکم مئی تا ۳۱ اگست ۲۰۱۱ء، ص ۹

۵۵۔ اعجاز رحمانی، آسمان رحمت، (مرتبہ) نعیم میرٹھی، (کراچی: کل پاکستان حلقہ ادب، ۲۰۰۵ء)، ص ۲۱۔۲۲

۵۶۔ سید اقبال حیدر، شبستان ولا، (اہور: اظہار سنز پرنٹرز، جولائی ۲۰۰۷ء) ص ۱۱

۵۷۔ محسن نقوی، موج ادراک، مشمولہ میراث محسن، (لاہور: ماورا پبلشرز، باراوّل، جنوری ۲۰۰۴ء) ص ۱۲

مآخذ:

۱۔ ابوالکلام آزاد، مولانا، غبار خاطر، لاہور: مکتبہ جمال، ۲۰۰۶ء۔

۲۔ احسان دانش، نوائے کارگر، لاہور: مکتبہ دانش، ۱۹۶۱ء۔

۳۔ اعجاز رحمانی، آسمان رحمت، (مرتبہ) نعیم میرٹھی، کراچی: کل پاکستان حلقہ ادب، ۲۰۰۵ء۔

۴۔ افتخار عارف، شہر علم کے دروازے پر، (مرتبہ) اشفاق حسین، کراچی: مکتبہ دانیال، باراوّل، اکتوبر، ۲۰۰۵ء۔

۵۔ الطاف حسین حالی، کلیات نظم، (مرتبہ) ڈاکٹر افتخار احمد صدیقی، لاہور: مجلس ترقی ادب، ۱۹۶۸ء۔

۶۔ تنویر پھول، زبور سخن، کراچی: جہان حمد پبلی کیشنز، ۲۰۰۲ء۔

۷۔ حافظ لدھیانوی، ذوالجلال و الاکرام، فیصل آباد: بیت الادب، مئی ۱۹۸۶ء۔

۸۔ حسن رضا غدیری، جسٹس، حرف احساس، لاہور: ادارہ منہاج الصالحین، مئی ۲۰۰۱ء۔

۹۔ حفیظ تائب، کلیات حفیظ تائب، لاہور: حفیظ تائب فاؤنڈیشن، اپریل ۲۰۰۵ء۔

۱۰۔ حفیظ جالندھری، سوز و ساز، لاہور: مجلس اُردو، سن ندارد۔

۱۱۔ خواجہ میر درد، دیوانِ درد، (مرتبہ) رشید حسن خاں، دہلی: مکتبہ جامعہ، ۱۹۷۹ء۔

۱۲۔ ساجد احسان، تسبیحِ منقبت فاطمہ، کراچی: ساجد اکیڈمی، ۱۹۹۳ء۔

۱۳۔ ساحر لکھنوی، صحیفۂ مدحت، کراچی: آثار و افکار اکادمی، پاکستان، ۱۹۹۷ء۔

۱۴۔ سرشار صدیقی، اساس، کوئٹہ: اثاثہ، ۱۹۹۰ء۔

۱۵۔ سید اقبال حیدر، شبستان ولا، لاہور: اظہار سنز پرنٹرز، جولائی ۲۰۰۷ء۔

۱۶۔ سید مسعود حسن رضوی ادیب، فائز دہلوی اور دیوان فائز لکھنؤ: نظامی پریس، باردوم، ۱۹۶۵ء۔

۱۷۔ شفقت رضوی، پروفیسر، اُردو میں حمد گوئی چند گوشے، کراچی: جہان حمد پبلی کیشنز، جون ۲۰۰۲ء۔

۱۸۔ شیخ محمد اقبال، کلیات اقبال، لاہور: شیخ غلام علی اینڈ سنز، فروری ۱۹۷۲ء۔

۱۹۔ طاہر سلطانی (مرتب)، نعت کی بہاریں، حمد و نعت ریسرچ سینٹر، کراچی: جہان حمد پبلی کیشنز، ۲۰۱۲ء۔

۲۰۔ قمر وارثی، یم تحریک، کراچی: دبستان وارثیہ، ۱۹۹۰ء۔

۲۱۔ لطیف اثر، صحیفہ حمد، کراچی: وقاص اکیڈمی، ۱۹۸۸ء۔

۲۲۔ محشر لکھنوی، محفل و مجلس، کراچی: بزم سیرت اہلبیت، جولائی ۱۹۹۹ء۔

۲۳۔ محمد رفیع سودا، انتخاب سوداؔ، (مرتبہ) رشید حسن خاں، دہلی: مکتبہ جامعہ، ۱۹۷۲ء۔

۲۴۔ مظفر وارثی، الحمد، لاہور: ماورا پبلشرز، باراوّل، فروری ۱۹۸۴ء۔

۲۵۔ میر تقی میر، انتخاب کلام، (مرتبہ) سنبل سرفراز، لاہور: مکتبہ الفتوح، سن ندارد۔

۲۶۔ نصیر ترابی، شعریات، کراچی: پیراماؤنٹ پبلشنگ انٹر پرائز، باراوّل، ۲۰۱۲ء۔

۲۷۔ نظیر اکبرآبادی، کلیات، لکھنو: منشی نول کشور، ۱۹۲۲ء۔

۲۸۔ ولیؔ دکنی، انتخاب ولیؔ، (مرتبہ) ظہیر الدین مدنی، دہلی: مکتبہ جامعہ، ۱۹۷۷ء۔

☆☆☆